امیر اور غریب، ملک کے دور دراز حصوں سے کھنچ کھنچا کر ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے اور ذکر و اذکار میں اوقات صرف کرتے تھے۔ جماعت کے دائرہ عمل کی وسعت کا یہ عالم ہوگیا تھا کہ عرب، افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان تبلیغی دوروں پر یہاں آتے تھے اور یہاں کے مسلمان اُن ملکوں میں دعوت و ارشاد کا کام کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ عصر حاضر کی ہر قسم کی رسمی تنظیم سے بالکل معرا ہونے کے باوجود لاکھوں انسانوں کا اس طرح ایک مرکز سے وابستہ رہ کر مکمل یک جہتی اور ڈسپلن کے ساتھ دیوانہ وار کام کرنا مادہ پرستی کے اس پرآشوب دور میں روحانیت و خدا پرستی کا ایک حیرت انگیز کرشمہ و کارنامہ ہے۔ مولانا کی عمر ایسی کچھ زیادہ نہیں تھی۔ ابھی غالباً پچاس برس کے بھی نہ ہوں گے۔ اُن کا حادثۂ وفات عالم اسلام کا ایک بڑا المیہ ہے۔ لیکن اس جماعت کے کام کرنے کا انداز کچھ ایسا رہا ہے اور ہے کہ بڑی سے بڑی ایک شخصیت کی موت بھی اس کے کاموں پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اُمید ہے کہ جماعت کا کام برابر جاری رہے گا اور ترقی کرے گا۔ برّد اللہ مثواہ وطاب ثراہ

انڈونیشیا کے لئے ہندوستانی وفد ایر انڈیا کے بوئنگ جہاز 707 سے ساڑھے آٹھ بجے شب میں پالم سے روانہ ہوا اور ٹھیک ڈیڑھ گھنٹہ بعد دس بجے بمبئی پہونچ گیا۔ یہاں رات گذارنی تھی اس لئے کمپنی کی بس میں تاج محل ہوٹل پہونچا۔ جہاں پہلے سے بکنگ کرائی گئی تھی۔ علی الصباح ساڑھے پانچ بجے ہوائی اڈہ کے لئے ہوٹل سے روانگی ہوئی تو دیکھا گیا کہ اس بس میں شام اور الجیریا کے وفود بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جنھوں نے ہماری طرح شب اسی ہوٹل میں گذاری تھی اور جو ہماری ہی طرح انڈونیشیا جا رہے تھے۔ منزل مقصود اور غرض سفر کے اتحاد اور اسلامی رشتۂ اخوت کے باعث فوراً ایک دوسرے سے بے تکلف ہو جانا امر طبعی تھا۔ اس پر مزید یہ ہوا کہ شام اور الجیریا کے وفود میں دو حضرات ایسے تھے جن سے راقم الحروف قاہرہ کانفرنس اور پھر عرب ممالک کے دورۂ خیر سگالی کے موقع پر ملاقات اور گفتگو کر چکا تھا اس لئے اب تیسری مرتبہ ملاقات ہوئی اور وہ بھی سرزمین ہند پر تو قدرتاً بڑے تپاک سے ملے راستہ بھر خوب گپ شپ اور شعر و شاعری رہی۔ بمبئی سے جہاز آٹھ بجے کے قریب روانہ ہوا درمیان میں مدراس آدھ گھنٹہ اور سنگاپور پچاس منٹ کے لئے ٹھہرتا ہوا تین بجے جکارتا پہونچ گیا۔ یہاں کا وقت ہمارے ہاں کے وقت سے دو گھنٹہ آگے ہے اس لئے یہاں پانچ بجے تھے۔ ہوائی اڈہ پر ہمارے استقبال کے لئے حکومت انڈونیشیا کے افسران متعلقہ کے علاوہ ہندوستانی سفارت خانہ کے افسر، ان کی بیویاں اور بچے بڑی تعداد میں جو ہندوستانی جکارتا میں

آباد میں اُن کے بچّے اور بچیاں، چھوٹی بڑی عمر کے، اور جو یہاں ہندوستانیوں کا ایک سکول "گاندھی میموریل ہائی اسکول" (دو شفٹوں میں) ہے اُس کے طالب علم اور طالبات ہیں، یہ بھی موجود تھے۔ رسمی کارروائی کے بعد ہوٹل میں پہنچے جہاں قیام کا انتظام تھا، کانفرنس چونکہ بنڈُنگ میں تھی اس لئے صبح ہوائی جہاز کے ذریعہ جکارتا سے روانہ ہوکر کم و بیش نصف گھنٹہ میں وہاں پہنچ گئے۔ کانفرنس کی پوری روئداد مستقل مقالہ کی صورت میں اسی اشاعت میں حاضر ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک اور مقالہ "انڈونیشیا میں اسلام اور کمیونزم کی کشمکش" آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ آپ کی نظر سے گذرے گا۔ اس موقع پر صرف حکومت انڈونیشیا اور اس ملک کے لوگوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا ہے کہ اُنھوں نے جس گرمجوشی محبت اور خلوص کا ثبوت قدم قدم پر دیا اور جس اولوالعزمی کے ساتھ مہمانوں کی ہر قسم کی راحت و آسائش اور دلجوئی و دلداری کا خیال رکھا اس کا ہم سب پر بڑا اثر ہے اور اس کی یاد عرصہ تک ہمارے قلوب میں تازہ رہے گی

انڈونیشیا جیسا کہ کتابوں میں پڑھا تھا "نہایت حسین و جمیل ملک ہے"۔ جکارتا کے شہری حدود سے نکل کر دیہی علاقوں میں جتنا آگے بڑھتے گئے، ہر قطعہ قطعۂ خلخ و کشمیر نظر آتا رہا۔ اقبال نے کشمیر کے متعلق جو کہا تھا۔

رخت بکاشمر کشا کوہ و تل و دمن نگر سبزہ جہاں جہاں ببیں لالہ چمن چمن نگر

وہ سچ مچ انڈونیشیا پر بھی صادق آتا ہے۔ پُورا ملک ہمہ شعر و موسیقی اور سراپا غزل حافظ و سعدی ہے۔ فضائیں نغمہ بار اور ہوائیں یک جوئے بدامن کہسار، ہرے بھرے اور لہلہاتے کھیت تاحد نظر اونچے نیچے ٹیلے اور پہاڑ سر سبز و شاداب اور مسلسل و پیوستہ باہمدگر۔ پھول اور پھل بکثرت اور لشکر در لشکر۔ پھر ملک جتنا حسین ہے اتنے ہی یہاں کے لوگ دلکش و دلآویز ہیں۔ چہرے مُسکراتے ہوئے اور بھولے بھولے سادہ مگر پرکار، خلیق و متواضع، امیروں میں گھمنڈ اور نمکنت نہیں، غریب سے غریب بھی ہو تو اُس کے چہرہ پر افسردگی و دلگرفتگی نہیں، حال پر قانع اور مستقبل سے متعلق پُرامید و حوصلہ مند۔ کانفرنس کے دنوں میں بھی ایک شب غایت اہتمام سے قرآن مجید کی قرارت کا مقابلہ بھی ہوا تھا جس میں انڈونیشیا کے علاوہ جمہوریہ متحدہ عربیہ اور پاکستان کے قاریوں نے حصّہ لیا۔ سبحان اللہ! یہ منظر دیدنی تھا۔ جامع مسجد کے سامنے ایک بہت وسیع چوک میں عورتوں اور مردوں کا ایک سمندر موجزن تھا۔ عام اندازہ کے مطابق ایک لاکھ سے کم لوگ نہیں ہونگے مگر سب قرینہ سے باادب اور ہمہ تن گوش کرسیوں یا فرش پر بیٹھے ہوئے، کیا مجال کہ کسی قسم کا بھی ہنگامہ یا شور و غل ہو، شب کا سنّاٹا، بادل چھائے ہوئے اور کبھی ترشح بھی، چاروں طرف صم صم مسلح فوج اور پولیس چست و چاق۔ قمقموں کی بہتات سے ایک سیلاب نور و تجلّی رواں دواں۔ پھر اس فضا اور اس ماحول میں خوش الحان قاریوں کی تلاوتِ کلامِ الٰہی! محسوس ہوتا تھا کہ ذرہ ذرہ کیف بداماں اور سرشار و وجد کناں ہے

آج کل انڈونیشیا انقلاب کے بعد عبوری دور سے گذر رہا ہے اور سیاسی و اقتصادی اعتبار سے ابھی تک استحکام اور جماؤ نہیں پیدا ہوسکا ہے۔ خدا اس کو چشم زخم اور شر و رفتن سے محفوظ رکھے۔